هفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۹ر دسمبر ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ ۔/۲ روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ وتشریح — محمد سعید الرحمٰن علوی

شریعت اسلامی کا امتیاز

بُعِثْتُ بِالْمِلَّةِ السَّمْحَةِ الْحَنِيفِيَّةِ الْبَيْضَاءِ۔

جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کا یہ ارشاد جو نقل کیا گیا پہلے اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

"مجھے ایک آسان، سیدھی اور روشن ملت دے کر بھیجا گیا۔"

اس میں ملت کا جو لفظ ہے اس کے متعلق امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "دین کی طرح ملت بھی اس دستور الٰہی کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے جاری فرماتا ہے تاکہ وہ اس پر چل کر قرب خداوندی حاصل کرسکیں۔" (لغات القرآن ج ۵ ص ۳۹) تاہم انسانوں کے خود تراشیدہ دساتیر پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔

السمحۃ سے مراد ایسی عبادات وطاعات ہیں جن میں سختی نہ ہو۔ جیسے اہل کتاب کے راہبوں نے رائج کر رکھی ہیں یا ہندو جوگیوں کا معاملہ ہے یا بعض بر خود غلط اہل تصوف کا طریق ہے۔ حالانکہ حقیقی تصوف تو عبادت واطاعت الٰہی ہی کا نام ہے۔ اس ملت میں ہر عذر کے لئے رخصت موجود ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوی، ضعیف، مصروف کار اور فارغ الاوقات سبھی قسم کے لوگ حق عبادت وبندگی ادا کرسکتے ہیں کسی کے لئے کوئی پریشانی نہیں ہوتی مثلاً وضو نہیں تو تیمم ہی، نماز میں قیام نہ ہوسکے تو بیٹھ کر پڑھ لے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

الحنیفیۃ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "مسلم حنیف" کہا گیا ہے جس کا معنی ہے "ایک طرف ہونے والا" اور "جو راہ حق پکڑ کر باطل راہیں چھوڑ دے" حضور علیہ السلام دعائے ابراہیمی کا ثمرہ اور ملت ابراہیمی کو لازم پکڑنے پر مامور تھے اس لفظ حنیفیہ سے مراد یہی ہے یعنی ایسی ملت جس میں شعائر الٰہی کو قائم کرنے، شرک کو دبانے اور تحریف اور بُری رسوم کے ابطال کا حکم ہے۔

اور البیضاء سے مراد اس ملت کی وہ علل، حکمتیں اور مقاصد ہیں جس پر اس ملت کی بنیاد ہوتی ہے اور وہ بالکل واضح ہوتی ہیں۔ سلیم العقل شخص جو ضدی اور ہٹ دھرم نہیں وہ جب سنجیدگی سے غور کرتا ہے تو اسے کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔

نبی علیہ السلام کے اس مختصر ارشاد میں السمحۃ، الحنیفیۃ، اور البیضا کے جو تین لفظ ہیں ان کی مختصر تشریح کی روشنی میں آپ غور فرمائیں تو اندازہ ہوگا کہ حضور علیہ السلام نے شریعت اسلامیہ کے امتیازات وخصائص کا کس اختصار وخوبی اور جامعیت سے ذکر کیا ہے نبی کی بات کا یہی حال ہوتا ہے۔ مختصر الفاظ لیکن معنی ومفہوم کے اعتبار سے ایک اتھاہ سمندر ۔۔۔ ان الفاظ کی روشنی میں شریعت اسلامیہ کے امتیازات کا جائزہ لیں تو واضح ہو جائیگا کہ یُسر وسہولت ہمارے دین کی اصل ہے الدِّيْنُ يُسْرٌ اور حضور علیہ السلام نے يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا

(باقی ۱۲ پر)

باتیں اُن کی یاد رہیں گی | حضرت لاہوریؒ کے ارشادات عالیہ کا مسلسل انتخاب

سُنۃ اللہ ۔۔۔ سُنۃ الانس

اللہ کی عادت ۔۔۔ انسانوں کی عادت

(۲)

سُنۃ اللہ

ہر دور میں سنۃ اللہ (اللہ تعالیٰ کی عادت) یہی رہی ہے کہ انسانوں کی ایسی رہنمائی کی جائے کہ نفس اور شیطان کے پنجے سے بھی بچ جائیں اور ان کی دونوں زندگیاں بھی سنور جائیں۔

نوح علیہ السلام کی قوم کیلئے اصلاحی نظام الاوقات

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی حضرت نوح علیہ السلام کی وساطت سے اس زمانہ کے لوگوں کو یہ اصلاحی پیغام پہنچایا:

ترجمہ: بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا کہ اپنی قوم کو ڈرا اس سے پہلے کہ ان پر دردناک عذاب آپڑے۔ اس نے کہا کہ اے میری قوم! بے شک میں تمہارے لئے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہا مانو وہ تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور تمہیں ایک وقت تک مہلت دے گا۔ بیشک اللہ کا وقت ٹھیرایا ہوا ہے۔ جب آجائے گا تو اس میں تاخیر نہ ہوگی (کاش تم جانتے) اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی قوم کی صحیح رہنمائی کا حق اپنی سنت (عادت) کے مطابق ادا کردیا۔ (نوح ع ۱ پ ۲۹)

نوح علیہ السلام کی قوم کا جواب

ترجمہ: پھر اس کی قوم کے جو کافر سردار تھے وہ بولے ہمیں تو تم ہم جیسے ہی ایک آدمی نظر آتے ہو۔ اور ہمیں تو تمہارے پیرو وہی نظر آتے ہیں جو ہم میں سے رذیل ہیں وہ بھی سرسری نظر سے۔ اور ہم تم میں اپنے سے کوئی فضیلت بھی نہیں پاتے بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

(سورہ ہود۔ ع ۳۔ پ ۱۲)

باب رحمۃ الٰہی کی توہین

نوح علیہ السلام کی گمراہ قوم کو دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے بچانے کے لئے جو رحمت الٰہی کا دروازہ (یعنی ان کے مصلح نوح علیہ السلام کی تشریف آوری) کھلا تھا۔ اس کی توہین کرکے اس دروازے کو پورے زور سے بند کرنا چاہتے ہیں۔

ناشکری کی عادت

ترجمہ: اور نوحؑ کی طرف وحی کی گئی کہ تیری قوم میں سے اب کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ مگر جو لاچکا۔ پھر غم نہ کر ان کاموں پر جو کررہے ہیں اور ہمارے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی بنا اور ظالموں کے حق میں مجھ سے کوئی بات نہ کر بے شک وہ غرق کئے جائیں گے اور وہ کشتی

بناتے تھے اور جب اس کی قوم کے سردار اس پر گزرتے اس سے ہنسی کرتے کہتے اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی تم پر ہنسیں گے جیسے تم ہنستے ہو۔ تمہیں جلدی معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کس پر دائمی عذاب اترتا ہے۔

(سورۂ ہود۔ ع ۴۔ پ ۱۲)

عادت کا نتیجہ

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ہمارا حکم پہنچا اور تنور نے جوش مارا۔ ہم نے کہا کشتی میں ہر قسم کا جوڑا زیادہ چڑھا لے، اور اپنے گھر والوں کو۔ مگر وہ جن کے متعلق فیصلہ ہو چکا ہے اور سب ایمان والوں کو۔ اور اس کے ساتھ ایمان تو بہت کم لاتے تھے۔

بقول مفسرین حضرات ایمانداروں کی کل تعداد اسی تھی۔ فقط حضرت نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے بچ گئے باقی سب غرق ہو گئے۔

سُنۃ اللہ کے مطابق قوم ہودؑ کو دعوت

ترجمہ: اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا۔ کہا۔ اے قوم! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم سب جھوٹ کہتے ہو۔ اے قوم! میں اس پر تم سے مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری اسی پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔ اور اے قوم! اپنے رب سے معافی مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ وہ تم پر خوب بارشیں برسا دے گا اور تمہاری قوت کو اور بڑھائے گا۔ اور تم نافرمان ہو کر نہ پھر جاؤ۔"

اصلاحی نظام الاوقات تسلیم کرنے سے انکار

اللہ تعالےٰ نے اپنی سنت کے مطابق ہود علیہ السلام کی قوم کے لئے جو اصلاحی نظام الاوقات نازل فرمایا تھا اس کے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

ترجمہ: کہا۔ اے ہودؑ! تو ہمارے پاس کوئی معجزہ بھی نہیں لایا اور ہم تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھے ماننے والے ہیں۔ (سورۂ ہود۔ ع ۵۔ پ ۱۲)

انکار کی عادت کا نتیجہ

ترجمہ: اور جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے ہودؑ کو اور انہیں جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور ہم نے انہیں سخت عذاب سے نجات دی۔ اور اس دنیا میں بھی اپنے پیچھے لعنت چھوڑ گئے اور قیامت کے دن بھی۔ خبردار۔! بے شک عاد نے اپنے رب کا انکار کیا تھا۔ خبردار! عاد جو ہودؑ کی قوم تھی۔ اللہ کی رحمت سے دور کی گئی۔ (سورۂ ہود ع ۵ پ ۱۲)

صالح کی قوم کے لئے اصلاحی نظام الاوقات

ترجمہ: اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔ کہا اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اسی نے تمہیں زمین سے بنایا۔ اور تمہیں اس میں آباد کیا۔ پس اس سے معافی مانگو۔ پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میرا رب نزدیک ہے قبول کرنے والا۔ (سورۂ ہود۔ ع ۶۔ پ ۱۲)

تسلیم کرنے سے انکار

ترجمہ: انہوں نے کہا۔ اے صالحؑ! اس سے پہلے تو ہمیں تجھ سے بڑی امید تھی۔ کیا تم ہمیں ان معبودوں کے پوجنے سے منع کرتے ہو کہ جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں اور جس طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس سے تو ہم بڑے شک میں ہیں۔

(سورہ ہود۔ ع ۷۔ پ ۱۲)

(جاری ہے)

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور



جلد ۲۹ • شمارہ ۲۳
۳ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ • ۹ر دسمبر ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

اس شمارے میں

احادیث الرسولؐ
سنۃ اللہ ..... حضرت لاہوری
خطرات ہی خطرات ..... اداریہ
انبیاء علیہم السلام ..... خطبہ
حضرت السید علی ہجویری ..... مجلس ذکر
اقبال — جہان دیگر
قسم کا کفارہ شریعت مقدسہ کا پیغام

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
۸۰/-	۴۵/-	۲۵/-

فی پرچہ ۲/- روپے

طابع: منہاج الدین اصلاحی مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر: مولانا عبید اللہ انور
مقام: اندرون شیرانوالہ دروازہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطرات ہی خطرات ہو کیا؟

امریکی دانشور ڈاکٹر زائرنگ کی پاکستان میں آمد اور لاہور مرکز میں ان کی تقریر قومی اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔ بعض اخبارات اپنے کالموں میں اس پر تبصرے کر چکے ہیں اور بعض "قومی رہنما" بھی اظہارِ خیال کر چکے ہیں۔

در اصل بھٹو دور کے وزیر خزانہ ڈاکٹر مبشر حسن نے موصوف نے بعض سوال کئے، ان سوالات کی بنیاد ڈاکٹر زائرنگ کا وہ مضمون تھا جو "ایشین افیئرز" نامی جریدے میں چھپا۔ اس میں پاکستان کے وجود کی نفی تک کا خیال تھا (خاکم بدہن) —— سوال ہوا تو وہ اور کھلے اور انہوں نے بہت کچھ کہہ ڈالا جس کے دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ ان کے خیالات بے حد تشویشناک تھے اور یوں لگتا ہے کہ بین الاقوامی وڈیرے اس خطہ کا نقشہ ایک بار پھر بدلنے کی فکر میں ہیں اور اب کے ان کا پہلا نشانہ یہ بدقسمت ملک پاکستان ہے —— برعظیم میں بسنے والے کروڑوں مسلمانوں نے مسلم قیادت پر جس طرح اعتماد کیا اور اس کے نتیجہ میں تقسیم ملک کا مرحلہ پیش آیا اس کے عینی گواہ ابھی تک بہت سے موجود ہیں لیکن لگی لپٹی رکھے بغیر یہ کہنا چاہتے کہ ابتداء سے اب تک نہ خارجہ پالیسی صحیح بنیادوں پر استوار ہوئی، نہ داخلی حالات میں ٹھہراؤ آیا —— ہمارے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خاں نے مخصوص سامراجی عزائم کی تکمیل کے لئے پہلے دن ہی اس طرح کی پالیسیاں بنائیں کہ پاکستان امریکی بلاک سے منسلک ہو جائے اور مرحوم لیاقت علی خاں نے روس کی دعوت کو

نظرانداز کر کے امریکہ کا جو رُخ کیا تو اس کے نتیجہ میں پیچ پچ ہی امریکی بلاک سے وابستگی عروج کو پہنچ گئی اور ہوتے ہوتے ہم بالکل توازن کی راہ سے ہٹ کر ایک خاص بلاک کے حلیف بن گئے۔ جب سے اب تک ہماری وہی روش ہے حتیٰ کہ ایوبی دور کے قائد حزب اختلاف اور مشہور مسلم لیگی رہنما سردار بہادر خان نے اسمبلی میں یہاں کی حکومتوں کے بناؤ اور بگاڑ کا رشتہ "باہر" سے جوڑا اور واضح کیا کہ سب کھیل ہی باہر کے ہیں۔

وہ چند در چند مواقع جبکہ امریکہ نے کمال درجہ منافقت کا مظاہرہ کر کے ہماری پیٹھ میں چھرا گھونپا اس کی تفصیل میں جائے بغیر ۱۹۷۱ء کا المیہ تو ایک واضح مثال ہے۔ جب ہمارے اس حلیف کا نہ تو بحری بیڑہ آیا نہ اس نے اقوام متحدہ میں کوئی رول ادا کیا۔ جب وہ ہر موقعہ پر یہاں کی اکھاڑ پچھاڑ میں حصہ لیتا رہا تھا تو اس موقعہ پر بھی وہ سیاسی تصفیہ کی بات کہہ سکتا تھا، بلکہ کروا سکتا تھا لیکن وائے بر حالِ ما، کہ انہوں نے ہمارے وجود ملی کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھے اور ایک آہِ سرد سے اظہار افسوس تک نہ کیا۔ لیکن ہم ہیں کہ اس کو اَن داتا سمجھ کر ہر وقت اس کے گیت گانے اور اس کا نام الاپتے ہیں۔ انگریزی دور میں ہمارے دانشوروں نے سادہ لوح لوگوں کو سمجھایا کہ انگریز اہل کتاب تو ہیں، اس لئے ان سے دوستی گوارا ہے اور اب بھی یہ کہا جاتا ہے کہ امریکہ روس وغیرہ کی طرح مذہب دشمن تو نہیں۔

روس ہو یا امریکہ ہم تو بر ہر دو . . . . . کے قائل ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلم ممالک عقل کے ناخن لے کر خمار اتاریں اور وحدت و یک جہتی کا مظاہرہ کر کے اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو کام میں لا کر اپنی دنیا بسائیں۔ لیکن ہماری یہ نیک خواہش پوری ہو تو کیسے؟ کہ ہم میں سے ہر ایک کا قبلہ حاجات اور کعبہ مراد اسی عطار کی دکان ہے جس کی غلط تشخیص و تجویز نے ہماری ملی صحت بگاڑی۔

ہم رب العزت کے حضور ہر وقت دعاگو ہیں کہ وہ ہمارے اس ملک کی حفاظت فرمائے لیکن خالی دعائیں اگر مسئلہ کا حل ہوتیں تو خاتم المعصومین علیہ السلام بدر و حنین کی سختیاں نہ جھیلتے اور احد و خندق کی تلخیاں برداشت نہ کرتے۔ اپنی صفوں کو منظم کر کے رسول انسانیت نے بدر میں دعا مانگی تو فرشتے مدد کو آئے۔

اسی طرح امت رسول کا اور خاص طور پر ہمارا ——— کہ ہم نے یہ خطہ اسلام کے لئے حاصل کیا ——— فرض ہے کہ ہم اپنی داخلی اور خارجی پالیسیوں کا جائزہ لیں، اپنی تعلیم و اخلاقی حیثیت کا تجزیہ کریں، اپنے معاش و اقتصاد کے منصوبوں پر نظر ثانی کریں اور صحن چمن کے ایک ایک کونہ کا جائزہ لیں، فرقہ واریت کے عفریت کو اس طرح کچلیں کہ کوئی بڑا یا چھوٹا یہاں اس عنوان سے ثراژ خائی نہ کر سکے، اور ایسے عناصر سے ہر ادارہ کو پاک کریں جو اس قسم کا ناٹک رچاتے ہیں ——— بیوروکریسی کی اس طرح اصلاح کریں کہ اس طبقہ کا کوئی فرد اپنے آپ کو ملک و قوم سے ماورا نہ سمجھے، اپنی تعلیم اور ذرائع ابلاغ کا سسٹم اس طرح تبدیل کریں کہ ہر شخص کی روح، روح اسلام میں ضم ہو کر رہ جائے اور اپنی حیات اجتماعی کو اس قالب میں ڈھالیں کہ منافقت و بے راہروی کا کوئی داغ ہمارے دامن پہ نہ رہے۔ اگر کچھ اس طرح کا سسٹم بن گیا تو خیر و بہتر ہوگا ورنہ سورۃ قتال کی آخری آیت تنبیہ ہے

ہم جیسوں کے لئے کہ:

"اگر تم نے روگردانی و اعراض کی روش اختیار کی تو دوسری قوم کا دور دورہ ہوگا جو تمہاری طرح نہ ہوگی۔"

اللّٰھم ارحم امّۃ محمدٍ بجاہ النبی الکریم علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

علوی ۵ دسمبر ۱۹۸۳ء

حضرت السید علی ہجویری کا "عُرس"؟
لمحہ فکریہ

مشہور مبلّغ اسلام، صاحب تدریس و تصنیف بزرگ حضرت السیّد علی ہجویری قدس سرہٗ کا "عرس" چند دن قبل ہوا۔ اس سلسلے میں دو بڑی اہم خبریں ہیں۔

ایک خبر علامہ سید محمود احمد رضوی کے استعفیٰ کی ہے جو انہوں نے "داتا دربار امور مذہبی کمیٹی" نے دیا

دوسری خبر وفاقی شرعی عدالت کے جج صدیق چودھری صاحب کی تقریر ہے جس میں انہوں نے انبیاء کرام کی قبروں کو بے آباد اور "داتا حضور" کی قبر کو آباد قرار دیا۔

علامہ رضوی الوری خاندان کے چشم و چراغ ہیں جو مدت سے لاہور میں قیام پذیر ہے۔ موصوف کے دادا بزرگوار مولانا دیدار علی نے علامہ اقبال اور ان کے والد مولانا ابو البرکات نے جناب محمد علی جناح کی جو تکفیر کی وہ معروف بات ہے۔ علامہ موصوف کئی سرکاری اور قومی نوعیت کی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ لیکن اس طرح کہ اپنی فرقہ دارانہ حیثیت ہر حال میں قائم رکھتے ہیں، ان کا استعفیٰ "عرس" کے سلسلہ میں بدعت و بدنظمی کے خلاف ایک طرح کا احتجاج ہے اور انہوں نے اس ضمن میں امور مذھبیہ کمیٹی میں "چودھراہٹ" کے قیام کا خاص طور پر ذکر کیا رضاکاروں اور اراکین کمیٹی پر تعظیم و احترام کی حدیں پھلانگنے کا الزام لگایا۔ مستورات کے حصّہ میں ڈھول باجے کے ساتھ رقص کی مذمت کی ——— وغیرہ ذالک

عرس اور اس جیسے دوسرے معاملات میں ہمارا مؤقف بڑا واضح ہے اور حضرات اولیاء کرام کی تمام تر تعظیم و احترام کے باوجود پختہ قبریں، ان پر گنبد و عمارات، سونے کے دروازے، چادروں اور ڈالیوں کا چکر، تبرکات اور رقص، دودھ کی سبیلیں، مرد و زن کا اختلاط وغیرہ سب کو ہم غلط قرار دیتے اور ناجائز ٹھہراتے ہیں ہمیں یاد ہے کہ کچھ عرصہ قبل عید میلاد کے جلوس (؟) کے سلسلہ میں ہونے والی بے راہروی پر بریلوی احباب کے احتجاج پر ہم نے عرض کیا تھا کہ شرعاً جو کام درست نہیں اس کے معاملہ میں جائز و ناجائز، صحیح و غلط اور یہ اور وہ کی بحث ہی فضول ہے۔ اے کاش! علامہ صاحب محض استعفیٰ پر قناعت نہ کرتے بلکہ آگے بڑھ کر ان خرافات کے بالکلیہ استیصال کا نعرہ رستاخیز بلند کر کے عاقبت بخیر کی فکر فرماتے۔

رہ گئی وہ مجلس مذاکرہ جو جناح ہال میں منعقد ہوئی جس میں کئی علماء اور دانشوروں کے ساتھ ساتھ شرعی عدالت کے جج صدیق چودھری صاحب نے خطبہ صدارت میں اپنے اعمال کے داتا حضور کی بارگاہ میں قبولیت کی دعا کی اور پھر بجز نبی علیہ السلام تمام انبیاء کی قبور کے مقابلہ میں داتا حضور کی قبر کو زیادہ آباد قرار دیا ——— اس پر ہمارا قلم تھرا رہا ہے اور ہاتھوں میں رعشہ طاری ہے، کس سے فریاد کریں اور کس سے کہیں شرعی عدالت کا جج فرما رہا ہے۔

الہٰی خیر اس شریعت کی جو تو نے اپنے محبوب نبی کے

باقی ۱۹ پر

مجلسِ ذکر — ضبط و ترتیب : ادارہ

حضرت السیّد علی ہجویری قدس سرہٗ

ایک مردِ باصفا، ایک ولی کامل!

پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

محترم حضرات! ماہ صفر المظفر سن ہجری کا دوسرا مہینہ ہے جسے ماہ صفر المخیر کہا جاتا ہے۔ بعض لوگ نادانی کے سبب اس مہینہ کو منحوس قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ سال، مہینے، ایام اور گھڑیاں سب اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اور کسی میں بھی نحوست نہیں ——— اس مہینہ کے آخری چہار شنبہ (بدھ) کو ہماری قوم کے مرد و زن، بڑے، چھوٹے سبھی چھٹی مناتے، پارکوں اور باغوں کی سیر کو نکلتے اور عجیب و غریب انداز سے سارا دن ضائع کرتے ہیں۔ تصوّر یہ ہوتا ہے کہ اس دن نبی کریم علیہ السلام کو صحت نصیب ہوئی تھی اور آپؐ نے چہل قدمی کی تھی۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اس دن حضور علیہ السلام کی بیماری کی ابتدا ہوئی تھی۔ جس میں بالآخر آپؐ کا وصال ہوا۔ حتیٰ کہ ہمارے بریلوی احباب کے مقتدا جناب خانصاحب بریلوی نے بھی یہی لکھا ہے کہ آخری چہار شنبہ کو نبی کریم علیہ السلام کی آخری بیماری کی ابتدا ہوئی۔ لیکن کتنا افسوس ہے کہ ہم سارا دن ضائع کر دیں اور اب تو جلوس نے اور ہی حشر کر دیا ہے اور بے پناہ سرمایہ اس پر ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس مہینہ میں ہمارے لاہور میں حضرت سید علی ہجویری قدس سرہٗ کا عرس ہوتا ہے۔ عرس پر گفتگو کو تو ایک لمحہ کے لئے چھوڑ دیں کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے لیکن مسلمان قوم جس طرح اپنا وقت اور سرمایہ ایسے کاموں پر خرچ کرتی ہے اس سے دل لرز اٹھتا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ ہمیں آخرت کی جوابدہی کا بالکل احساس نہیں رہا ——— سارا سال دُودھ میں پانی اور اس ایک دن خالص دودھ کی سبیل؟ کیا اس کا حساب نہ ہوگا؟ عورتوں اور مردوں کا اختلاط، بے حیائی کے مظاہرے، سڑکوں پر چادریں اٹھا کر، ڈھولک بجا کر، اچھل کود اور کیا کیا نہیں ہوتا ——— حضرت سید علی ہجویریؒ خود فرماتے ہیں کہ:

"اللہ نے ہمیں اس دَور میں پیدا کیا جس میں لوگوں نے خواہشات نفسانیہ کو شریعت سمجھ لیا ہے جو طلب جاہ حُبّ دنیا اور غرور و تکبّر کو علم کی شان تصوّر کرتے ہیں۔ جن کے نزدیک اللہ کے خوف کا مفہوم ریاکاری ہے۔ کینہ کو دل میں چھپاتے ہیں اور اس کا نام حلم رکھتے ہیں۔ جو جنگ و جدل کو مناظرہ، لڑائی کو عظمت و بزرگی، منافقت

(باقی ۱۲ پر)

خطبہ جمعہ — ضبط و ترتیب : علوی

انبیاء علیہم السّلام ——— ربِّ کعبہ کے حضور

(۴)

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

محترم حضرات و معزز خواتین!

حضرات انبیاء علیہم السلام کے ضمن میں جو گفتگو ہو رہی ہے اس کا تعلق اس قدسی صفت معصوم و مقدس طبقہ کی دعاؤں سے ہے یعنی انہوں نے کس کس وقت کیسے کیسے انداز میں اپنے رب کے دروازہ پر دستک دی! یوں تو نبی کا قلب ہر وقت اللہ تعالٰی کی طرف متوجہ رہتا ہے اور اللہ تعالٰی کی معیت و رفاقت کا یہ سایہ ان کے سر پر ہمہ وقت ہوتا ہے لیکن بعض مخصوص مواقع کا قرآن نے ذکر کیا کہ کس طرح انہوں نے عبدیّت و بندگی، بے چارگی و کس مپرسی کا بارگاہ رب العزت میں اظہار کیا۔

حضرت داؤد علیہ السّلام

حضرت داؤد علیہ السلام بھی وہ خوش قسمت اور عظیم المرتبت انسان ہیں جنہیں نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ وہ اور ان کے رفقاء کی ایک دعا سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۰ میں ہے جبکہ طالوت کے دور میں حضرت جالوت کے لشکر باطل سے جہاد فرما رہے تھے ہنوز آپ نبی نہ تھے لیکن میدانِ کارزار میں نصرت خداوندی کے لئے جس طرح درخواست کی اسے ملاحظہ فرمائیں۔

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اے ہمارے رب! جتنا صبر ہے سب ہم پر انڈیل دے اور ہم کو ثابت قدم رکھ۔ اور اس کافر قوم پر غالب کرنے میں ہماری مدد فرما۔

اس عظیم المرتبت نبی کے ساتھ اللہ تعالٰی کے حکم سے پہاڑ اور پرندے تسبیح بیان کرتے اور لوہے کا لباس (زرہ) بنانے کا ڈھنگ اللہ تعالٰی نے انہیں سکھایا۔ النمل کی آیت ۱۵ میں ان کے ساتھ ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام کا بھی ذکر ہے کہ دونوں کو ہم نے علم سے نوازا۔ لیکن فخر نہ غرور، بلکہ کہتے ہیں :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ

تمام تعریفیں اس خدا کو لائق ہیں جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

سورۂ صٓ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک ابتلاء کا ذکر ہے ——— قرآن کہتا ہے کہ اس کا احساس ہوا تو :۔

"وہ اپنے رب سے معافی مانگنے لگے، سجدہ میں گر پڑے اور اللہ تعالٰی کی طرف رجوع ہو گئے۔"

پھر کیا ہوا، یہ نیازمندی

رونا اور گڑگڑانا، بے قراری اور اضطراب رنگ لایا فَغَفَرْنَا لَهٗ ذَالِكَ۔ جس بات سے وہ معافی مانگ رہا تھا وہ اسے معاف کر دی۔ ہمارے پاس اس کے لئے بڑا قرب ہے اور اچھی بازگشت۔ بلکہ ہم نے آگے بڑھ کر اسے "خلیفہ" بنایا۔ فہم صحیح بخشا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں وہ ابتلا سے دوچار ہوتے ہیں تو عرض کرتے ہیں :-

"میرے رب! میرا قصور معاف فرما دے (اور اس سے بڑھ کر) مجھے ایسی سلطنت بخش جو میرے سوا کسی کے لئے مناسب نہ ہو تو ہی تو دینے والا ہے۔"

اللہ رب العزت نے دعا قبول کر کے ہوا، جنات اور بہت کچھ مسخر کر دیا۔ لیکن دیکھیں بندگی و عاجزی کا رنگ دیکھیں کہ چیونٹیوں نے جب لشکر سلیمانی کو آتا دیکھ کر اپنے بل میں گھس جانے کا فیصلہ کیا کہ سلیمانی لشکر کے پاؤں نیچے مسلی نہ جائیں جبکہ لشکر سلیمانی کو ہمارا علم ہی نہ ہو۔ تو سلیمان علیہ السلام یہ گفتگو سن کر مسکرائے اور بارگاہ احدیت و صمدیت میں عرض کیا :-

"میرے رب! مجھے اس بات پر قائم رکھ کہ میں تیرے احسانات کا شکریہ ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کئے ہیں اور یہ کہ میں ایسے کام کرتا رہوں جن کو تو پسند کرتا ہو۔ اور مجھ کو اپنی رحمت سے تو اپنے نیک بندوں میں شامل رکھیو۔"

تخت بلقیس آگیا تو شاہانہ عظمت کا اظہار کرنے کے بجائے کہا۔ یہ تو میرے پروردگار کا ایک فضل ہے۔ وہ مجھ کو آزمانا چاہتا ہے کہ میں شکر گزاری کا وطیرہ اختیار کرتا ہوں یا ناشکری کا طریق ـــــ اور یہ بھی فرما دیا کہ شکر ہوگا تو اپنے لئے، ناشکری ہو تو اس کا نقصان بھی خود کو ہوگا۔ کیوں؟ اس لئے کہ میرا رب تو غنی و کریم ہے ـــــ اس بے پرواہ کو کیا پرواہ؟

حضرت یونس علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے ایک نبی یونس علیہ السلام ہیں جن کے متعلق دورِ حاضر کے ایک آزاد خیال سیاسی رہنما نے "اسلامی مفکر" کی آڑ میں سخت نکتہ چینی کی۔ معاذ اللہ ـــــ

اس نبی معصوم کو دیکھیں کہ وہ ابتلاء کا شکار ہو کر مچھلی کے پیٹ میں جا پہنچتا ہے ـــــ ظلمت در ظلمت اندھیرا در اندھیرا، لیکن وہ کہتا ہے تو یہ کہ :-

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ "اے رب میرے! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو جملہ عیوب سے منزہ ہے بیشک میں ہی قصوروار ہوں۔"

پھر قرآن کہتا ہے اس کی دعا قبول ہوئی۔ اور اسے ہم نے مصائب سے نجات دی۔ اور ایک اس پر منحصر نہیں۔ ہر مومن قانت جب رب کو پکارتا ہے تو اسے اسی طرح نجات ملتی ہے ـــــ اور ایوب علیہ السلام ـــــ کو دیکھیں تو رب رحیم کو پکارتے ہیں کہ میرا حال تو پتلا ہو گیا رنج و تکلیف نے مجھے گھیر لیا ارحم الراحمین تو ہی ہے ـــــ پھر قرآن کے الفاظ ہیں اس صابر بندے کی دعا قبول ہوئی اور تمام نقصانات کی تلافی ہوگئی۔

حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام

حضرت زکریا پر بڑھاپا غالب ہے۔ کئی جگہ قصہ ہے کہ انہوں نے یقین کامل کی دولت سے مالا مال ہو کر رب کو پکارا۔ اور یہ کہہ کر کہ تو نے مجھے اپنی عطا و جود سے کبھی محروم نہیں رکھا، بڑھاپا آگیا لیکن اولاد کی درخواست ہے۔ صالح ہو، نیک ہو۔ آلِ یعقوب کی دینی وراثت کو سنبھالنے والی ہو ـــــ واہ رب قدیر، فرشتہ آیا ـــــ ارشاد ہوا تمہارا بڑھاپا، تمہاری اہلیہ کی عجوز پن سب اپنی جگہ۔ لیکن یحییٰ نامی فرزند کا فیصلہ ہو گیا ـــــ اس یحییٰ کو بھی پھر نبی مرسل بنایا گیا اور کتاب ہدایت مستحکم طریق سے پکڑنے کی ہدایت ہوئی۔ بچپن میں دین کی سمجھ ـــــ رحمدلی، پاکیزگی، پرہیزگاری ـــــ والدین کی اطاعت گذاری کا خوگر بنایا۔ اور سرکشی و نافرمانی سے ہر طرح بچایا گیا ـــــ ارشاد ہوا :-

"جس دن وہ پیدا ہوا،
جس دن مرا اور جس دن
زندہ کر کے بارِ دگر اٹھایا
جائے گا ہر وقت سلامتی
ہی سلامتی اسے نصیب ہوگی"

حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سلسلہ بنی اسرائیل کے آخری نبی، زندہ آسمانوں پر موجود ہیں۔ وانّہ لعلم للساعۃ قیامت کی نشانی کے طور پر آسمان سے تشریف لا کر جہاد کر کے دنیا کو عدل سے معمور کر کے روضۂ رسول ﷺ میں دفن ہوں گے ان کا ہر لمحہ عجیب و غریب ہے، والدہ مریم ہیں جن کی پرورش خالو زکریا علیہ السلام کی نگرانی میں بیت المقدس میں ہوئی جہاں قرآن کے بقول بے موسم کے پھل نصیب ہوئے۔ شادی کے بغیر انہی مریم کو عیسیٰ کی خبر دی گئی ـــــ شریف عورت تھیں تڑپ اٹھیں کہنے لگیں :

"کاش! میں اس حالت سے
پہلے مرگئی ہوتی اور ایسی
بے نام و نشان ہو جاتی کہ
کہ کسی کو میرا پتہ نہ ہوتا۔"

لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے غمزدہ نہ ہونے کی نوید سنائی گئی اور قدرت نے بلند جگہ چشمہ جاری کر کے اور خشک کھجور سے تازہ خرما عطا فرما کر انہیں حوصلہ دلایا۔ اور اپنی قدرت کی جانب متوجہ کیا تا آنکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوگئے جنہوں نے معصومیت و بچپن کے عالم میں اپنے رب کی عظمت و کبریائی، اپنی نبوت اور اپنی والدہ کی پاکیزگی کا حال سنا کر سب کو ششدر و حیرت زدہ کر دیا۔ الزخرف میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے ایسے بندے کے عنوان سے ذکر کیا جس پر بے پناہ انعامات ہوئے اور جسے بنی اسرائیل کے لئے اپنی قدرت کا نمونہ بنایا اس اپنے بندے کو کتاب حکمت اور تورات و انجیل کے علوم سے نوازا۔ معجزات باہرہ سے سرفراز فرمایا لیکن وہ ایسے بندے تھے جنہوں نے حضرت حق کی بندگی و عبادت اور ان کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری سے کبھی ننگ و عار محسوس نہ کی۔ اس لئے کہ اس کی عبادت و بندگی سے عار کرنے والے متکبر و نامراد ہوتے ہیں۔ جبکہ اس کے حضور پیشانی رگڑنے والا، دامن پھیلانے والا اور مانگنے والا بامراد اور فائز المرام ہوتا ہے۔

محترم حضرات! چند صحبتوں میں انبیاء علیہم السلام میں سے چند ایک کے متعلق ایک خاص دائرہ میں رہ کر گفتگو کی کہ وہ اللہ کے کیسے مخلص بندے تھے۔ اور کس طرح رب کے آستانہ پر فریادیں کرتے تھے۔

دراصل عبدیت و بندگی کا تقاضہ ہی یہ ہے کہ رب کے آستانہ سے آدمی مانگتا رہے جب انسان نہیں مانگتا تو رب ناراض ہوتے ہیں لیکن مانگنے میں

فکر و نظر کی پاکیزگی، طعام و لباس کی پاکیزگی اور خشوع و خضوع کا اہتمام ضروری ہے۔ آنسو بہہ پڑیں تو سبحان اللہ! ورنہ آدمی رونے والی شکل بنا لے کہ رونا رب کو بہت پسند ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے بقول ان آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہو گی۔ جن سے اللہ تعالےٰ کے ڈر سے آنسو نکلے۔

انبیاء کے اس اسوہ سے آپ کو دعا کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوگا، مانگنے کا ڈھنگ آئیگا اور یہ یقین راسخ ہوگا کہ وہی فریادوں کو سنتا اور اپنی جود و بخشش سے نوازتا ہے ——— ربیع الاول سر پر ہے آئندہ ذکر ہوگا۔" سیرت محمدی کا دعاؤں کے آئینہ ہیں"

اللہ رب العزت مانگنے اور ٹھیک طریق سے مانگنے کا ذوق اور سلیقہ نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ : مجلس ذکر

کو زہد، دنیوی آرزوؤں کو ارادت اور یادہ گوئی کو معرفت کہتے ہیں۔ اور ترک شریعت کا نام ان کے نزدیک راہِ طریقت ہے۔"

یہ اقتباس خود حضرت سید علی ہجویری" کا ہے اسے بار بار پڑھیں اور اپنے حال کا جائزہ لیں کہیں ایسا نہ ہو کہ صبح قیامت ہیں ہمارے گریباں ہوں اور ان اولیاء کرام کے ہاتھ ——— کیونکہ صورتِ حال ایسی بگڑ چکی ہے کہ الامان اس لئے میری گذارش ہے کہ ان اولیاء کرام سے صحیح تعلق استوار کرنے کی فکر کریں، ورنہ اللہ کی ناراضی کا شدید ڈر ہے۔

اللہ رب العزّت اصلاح احوال کی توفیق دے۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ

اسی لئے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی بخشی ہوئی آسانیوں سے کام لے کر اسی انداز سے لوگوں کو حق کی طرف بلائیں۔ انہیں سختیوں میں مبتلا نہ کریں ——— پھر دیکھیں کہ اسلام مجموعہ خوبی ہے۔ شرک چھوڑ کر کسی ایسے عمل و قول یا بات کی بھی گنجائش نہیں۔ جس میں شرک کا ایہام ہو ہر خوبی موجود، ہر خرابی سے بچنے کا حکم اور بچنے کا طریق بھی بتلایا۔ رہ گیا حکمتوں اور علل کا معاملہ تو آج کے "دور دانش" میں ایک امام ولی اللہ دہلوی کی کتاب کو ہی دیکھ لیں تو معلوم ہو جائیگا کہ اللہ تعالےٰ کا نازل کردہ دین انسانی عقل کو بالکل اپیل کرتا ہے، اس کا بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا حکم ——— بشرطیکہ عقل سلیم ہو بھوسہ نہ بھرا ہوا ہو اور ضد اور ہٹ دھرمی کے مرض سے انسان پاک ہو۔

صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم۔

****

ایک حادثہ جانکاہ

میرے انتہائی عزیز دوست انجمن طلباء مجلس تحفظ ختم نبوّت کے سابق مرکزی رہنما اور جمعیۃ علماء اسلام چنیوٹ کے ناظم حاجی بشیر چمن صاحب کی والدہ محترمہ پچھلے دنوں انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ انتہائی خدا ترس، نیک فطرت اور صالحہ خاتون تھیں ان کی حسن تربیت کا شاہکار ان کے سبھی صاحبزادے ہیں جو نیک، متقی اور اکابر سے وابستہ ہیں۔ چمن صاحب سے تعلق کے پیش نظر مرحومہ کی دعاؤں میں ہم بھی شامل ہوتے اس طرح یہ گویا ایک ذاتی نقصان بن گیا۔

رب العزت انہیں بلند درجات سے نوازے اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

(علوی)

چل میرے خامہ بسم اللہ

نقیر : علوی

یکے از خدام علماء اہلسنت

اقبال ——— جہانِ دیگر

علامہ اقبال کے خطوط کا ایک نیا مجموعہ

گذشتہ ہفتہ ہم وعدہ کر چکے ہیں کہ "نوائے وقت" جیسے اخبارات کے معاندانہ اور مجرمانہ رویّہ کے خلاف ہم تاریخی حقائق کا ذکر کریں گے، تاکہ دوسروں پر معترض ہونے والوں کو آئینہ میں اپنی شکل نظر آ سکے۔

سال گذشتہ روزنامہ جنگ لاہور ایڈیشن میں "اقبال ڈے" کے موقعہ پر علامہ مرحوم کا ایک خط چھپا تھا جس میں اس کا ذکر تھا کہ "معروف پاکستانی اسکیم" سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ ساتھ ہی ذکر تھا اس کا کہ علامہ کے خطوط بنام مولانا راغب احسن کتابی شکل میں شائع کئے جائیں گے ——— چند دن قبل سفر کراچی کے موقعہ پر ایک مخلص کے توسط سے وہ مجموعہ ملا ۱۵۲ صفحات کا یہ مجموعہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے خاندانی صاحب تعلق محمد فرید الحق ایڈووکیٹ کراچی ہائی کورٹ نے مرتّب کیا۔ فرید صاحب کے اپنے پیش لفظ کے علاوہ محمد علی صدیقی کا دیباچہ اور رئیس امروہی (جنگ) کا تعارف ہے پھر اردو خطوط، بعد ازاں انگریزی۔ اس کے بعد راغب احسن مرحوم کا تعارف ہے اور آخر میں راغب صاحب کا ایک مضمون ہے جو اقبال اکاڈمی کے قیام سے متعلق ان کی تجویز پر مشتمل ہے۔

مرتّب نے اردو خطوط کے عکس بتمام و کمال شامل کر کے الگ سے ان کی کتابت بھی شامل کی ہے اور انگریزی خطوط کا عکس ہے اردو ترجمہ ہے اور ٹائپ میں وہ الگ سے شامل ہیں۔ معروف پاکستانی اسکیم کا رشتہ اقبال مرحوم سے جوڑا جاتا ہے وہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ایسا نہیں، میں تو کچھ اور چاہتا ہوں۔

دشمنانِ علماء اہلسنت اور حاسدین ارباب عزیمت کو آئینہ دکھانے کو ان خطوط سے مستقل چند سطور لکھنے کو بیٹھا تو معاً ذہن میں روزگار فقیر نامی کتاب آ گئی جو فقیر سید وحید الدین صاحب جیسے گہرے دوست کی کاوشوں سے مرتب ہوئی۔ جلد اوّل لائن پریس لاہور سے چھپی۔ نقش ثانی کا دوسرا ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۶۳ء سامنے ہے نہایت خوبصورت نسخہ ہے جبکہ دوسرا حصّہ لائن پریس کراچی کا مطبوعہ ہے اس کا بھی دوسرا ایڈیشن ہے ۱۹۶۵ء کا مطبوعہ!

اس کتاب کا ایک اقتباس شامل کرنا ضروری سمجھا کہ یہ بھی ایک تاریخی ریکارڈ ہے۔ جس کا سامنے آنا از بس لازمی ہے۔

"جان برائٹ اور ڈاکٹر اقبال" کے عنوان سے صفحہ ۱۴۲ ج ۱ پر تیسری گول میز کانفرنس کے دور کا واقعہ ہے سید امجد علی صاحب اس قصہ کے راوی ہیں جو بعد میں پاکستان کی مرکزی وزارت میں رہے، پاکستان کے مشہور صنعت کار ہیں۔

بقول امجد صاحب وہ پیرس سے لندن بذریعہ ٹرین پہنچے تو اسٹیشن پر "خالا شیلڈ رک" نامی ایک نومسلم موجود تھے جنہوں نے ڈاکٹر صاحب کو مشہور برطانوی

سیاست دان "جان برائٹ" کی تقریروں کا ایک مجموعہ دے کر کہا کہ آپ کو گول میز کانفرنس کے اہم سیاسی مباحث میں حصّہ لینا ہے اس لئے آپ جیسے تیسے ان تقریروں کو ضرور دیکھ لیں۔ چنانچہ بقول امجد صاحب ڈاکٹر صاحب نے رات ۲ بجے کتاب پڑھ کر چھوڑی (مفہوم)

جان برائٹ کون تھے؟ وہ برطانوی ممبر پارلیمنٹ تھے جنہوں نے ۲۴ر جون ۱۸۵۸ء کو پارلیمنٹ میں اہم تقریر کی تھی جس میں ہندوستان کو چھوڑتے وقت اسے پانچ یونٹوں میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:

"تیسری راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں ہندوستان کے سیاسی مستقبل پر جب ڈاکٹر صاحب نے تقریر فرمائی تو جان برائٹ کے خیالات کی جھلک اور تاثر ان کی تقریر میں موجود تھا بلکہ ڈاکٹر صاحب نے بعض مقامات پر جان برائٹ کے نظریات اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کئے۔ (ص ۱۴۳ ج ۱)

صاحب کتاب ارشاد فرماتے ہیں:—

"اس انگریز کی فراست اور دوربینی کا کمال دیکھئے کہ اس نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ایک سال بعد برطانوی حکومت کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ ہندوستان چھوڑنے سے قبل اسے کم از کم پانچ خود مختار یونٹوں میں تقسیم کرنے کا اہتمام کرے۔ (ایضاً)

مصنف روزگار فقیر نے ص ۱۴۴ ج ۱ پر جان برائٹ کی تقاریر مطبوعہ ۱۸۹۲ء لندن کا ایک صفحہ عکس کے طور پر شامل کر کے ص ۱۴۵ پر اس کا ترجمہ دیا ہے۔

اس صاحب فراست اور دوربین (؟) انگریز نے برعظیم کے حصے بخرے کرنے کا منصوبہ ۱۸۵۷ء کے قریب ہی پیش کر دیا۔ تیسری گول میز کانفرنس ۱۹۳۲ء میں علامہ اقبال مرحوم نے جان برائٹ کی تقریروں کے تاثر میں ڈوب کر تقریر فرمائی لیکن جہانِ دیگر کے انگریزی حصّہ کا خط ۴ جناب راغب احسن کے نام ہے انگلستان کی مشہور ادبی شخصیت تھامسن صاحب نے اقبال مرحوم کی کسی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے انہیں "پاکستان اسکیم" سے متعلق لکھ دیا——

علامہ مرحوم نے راغب صاحب کو لکھا:—

براہِ کرم انوٹ فرمائیں کہ اس تبصرہ کا مصنّف (تھامسن صاحب) اس مغالطہ کا شکار ہے کہ جیسے میری تجویز "پاکستان کی اسکیم" سے تعلق رکھتی ہے جہاں تک میری تجویز کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ انڈین وفاق کے اندر ایک مسلم صوبہ تخلیق کیا جائے جب کہ پاکستان اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ ہندوستان کے شمال مغرب کے مسلم صوبوں کا ایک ایسا وفاق تشکیل دیا جائے جو انڈین فیڈریشن سے علیٰحدہ ہو اور انگلستان سے براہ راست وابستہ ہو" (جہانِ دیگر ص ۱۱۶ مطبوعہ ۱۹۸۳ء کراچی)

ہم مزید خطوط یا ان کے اقتباس پیش کرنا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ دیگ کا ایک چاول ہی کافی ہے۔ ہم کوئی تبصرہ مزید نہیں کرنا چاہتے۔ یہ خط ۶ر مارچ ۱۹۳۴ء کا ہے ۱۹۳۰ء میں خطبہ آباد ۱۹۳۲ء میں لندن میں تقسیم کی باتیں ۱۹۳۴ء میں اس سے انکار؟

ع کچھ تو کہئے کہ لوگ کہتے ہیں

اللہ تعالےٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

> "جو شخص خدا کے ساتھ مشتغل ہو جائے ہر چیز اس کی طرف جھک جاتی ہے۔
> (نصائح غوث الاعظم)

پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ

سیرتِ مقدسہ کا پیغام دورِ حاضر کے نام

دورِ حاضر کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ سیرت مطہرہ کے عملی پہلو کو ہر زاویۂ زندگی میں اُجاگر کیا جائے اور اس کے لئے کلیات دین کے علاوہ جزئیات عمل میں بھی امّت مسلمہ کی سیرت سازی کا منصوبہ بنایا جائے۔ جس کے لئے ضروری ہے کہ متبعین سنت کی ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جو عوام کے لئے سیرت مقدسہ کا خالص نمونہ بن کر سامنے آئے۔ اور تعلیمی اداروں سے لے کر قومی ذرائع ابلاغ تک ہر مقام پر ایسے متبعین سنت کو کھڑا کر دیا جائے جو امت مسلمہ کے ہر فرد کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکر بنا دیں۔ اور جو کچھ کہیں وہ عملاً کر کے بھی دکھا دیں۔ بلکہ قول سے پیشتر عمل کا پریکٹیکل سامنے رکھ دیں تاکہ مخاطب کو کم کہنے اور زیادہ کرنے کی تربیت ہو۔ یہی وہ پہلو ہے جس کی امت کو سب سے زیادہ ضرورت ہے اور جس سے ہم غافل ہیں۔ قرآن پاک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم منصب کو جس حسین انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اسکی وضاحت یوں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وہ ذات ہے جس نے امّیوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے۔ جو ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے۔ انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور انہیں پاک وصاف بھی کرتا ہے۔"

یہ اس سلسلہ میں چار باتیں بیان ہوئی ہیں۔ سب سے پہلی یہ کہ رسول آیات کی تلاوت کرتا ہے جن سے قانون زبانی کا اعلان ہو۔ دوسرے نمبر پر وہ کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔ جس سے الفاظ کے معانی اور مرادات کی تشریح ہوتی ہے۔ تیسری چیز تعلیم حکمت ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ رسول امت کے سامنے اپنے اسوۂ حسنہ کا عملی نمونہ بھی پیش کرتا ہے۔ سب سے آخر میں ذہن سازی کا مسئلہ ہے جو یزکّیہم کے لفظ میں آجاتا ہے اور ذہن سازی اپنی جگہ سب سے اہم ہے۔ نبی کا کام بھی یہ ہے کہ وہ ذہن کو مانجھتے ہیں، ریاضتیں کراتے ہیں، مجاہدات اور جہاد کراتے ہیں۔ جن سے ذہن میں استقامت پیدا ہوتی ہے اور وہ زیغ باقی نہیں رہتا جو شرک وغیرہ کے نتیجہ میں معرضِ وجود میں آتا ہے۔ بلکہ حقیقی توحید اور اتباع سنت کا ذہن بنتا ہے جو صرف اور صرف عامل کے عمل کی ہیئت سے ہی متشکل ہوتا ہے۔ کاغذ پر لکھی ہوئی ترکیب سے نہیں بنتا۔ اس لئے جہاں تک سیرت پاک کی حسین اداؤں کا تعلق ہے۔ صحابہؓ نے وہ ادائیں حضور صلعم سے سیکھیں۔ تابعین نے صحابہؓ سے سیکھیں۔ اور تبع تابعین نے تابعین سے سیکھیں۔ یہاں تک کہ تعلیم کا یہ سلسلہ ہمارے آج کے دور تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

اسی واسطے آج ہم وہ ادائیں اہل اللہ کے عمل کو دیکھ کر سیکھتے ہیں کہ وہ ہمیں تلاوت کر کے لفظ بھی سُناتے ہیں تعلیم دے کر معانی بھی سمجھاتے ہیں۔ اور نمونہ کے طور پر عمل کر کے بھی دکھاتے ہیں پھر ساتھ ساتھ ہمارے ذہنوں کو ریاضت اور مجاہدہ سے مانجھتے اور صیقل بھی کرتے چلے جاتے ہیں۔

عالمی سطح پر امت مسلمہ کی سیرت سازی کے لئے جو منصوبہ تیار ہونا چاہیئے۔

اس میں آیت بالا کے انہی چار اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے جس کے لئے تین چیزیں نہایت ہی ضروری ہیں۔!

وحی کے قرآنی الفاظ کے ساتھ ساتھ معانی بھی وحی کی زبان سے ہی لئے جائیں ــ

جہاں سے قرآنی آیات کی تفسیر قطعی طور پر میسر آتی ہے۔ کیونکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ اس لفظ کے کئی معنی ہیں مناسب حال ایک کو اختیار کر لو بلکہ آپؐ منتظر رہتے تھے کہ حق تعالیٰ کیا مراد میرے قلب پر وارد فرماتے ہیں۔ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پوچھتے کہ آیت کے معنی کیا ہیں تو آپ فرماتے کہ مجھے معلوم نہیں کہ کیا مراد ہے۔ پھر فرماتے کہ "میں نے اپنے رب سے استفتا کیا تو میرے رب نے مجھے فتویٰ دیا کہ یہ معنی بیان کرو"۔ چنانچہ وہی معنی مراد ربانی ہوں گے جنہیں خود حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر وارد فرمایا اور حضورؐ نے اپنے صحابہؓ سے بیان کیا کیونکہ آپؐ جہاں پر الفاظ میں امین ہیں، وہاں پر معانی میں بھی امین ہیں اور جیسے آپؐ پر الفاظ نازل ہوئے وہاں پر معانی کا نزول بھی ہوا۔ حق تعالیٰ کی جانب سے وحی کی جمع و حفاظت کا حال یہ ہے کہ فرمایا:

"اے پیغمبر (اس خیال سے کہ آپ بھول نہ جائیں) جلدی نہ کیا کریں۔ ہمارے ذمہ لازم ہے کہ ہم اسے جمع بھی کر دیں اور پڑھوا بھی دیں"۔

جہاں پر پڑھنے کا تعلق الفاظ سے ہے وہاں معانی و مرادات بیان سے متعلق ہیں تو اللہ نے جس طرح الفاظ اتارے ہیں ویسے ہی آپ پر معانی بھی نازل کئے گئے ہیں۔ الفاظ کے معانی لغت سے نہیں لئے گئے شریعت سے لئے گئے ہیں جیسا کہ لفظ صلوٰۃ کا معنی لغت میں دُعا کا ہے۔ لیکن شریعت میں نماز کے پورے نظام کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ صرف دعا کرنے سے لغت کا تقاضا تو پورا ہو جاتا ہے لیکن جب تک نماز کے تمام تر افعال خاصہ کو بجا نہ لائیں اس وقت تک تو قرآن کا منشاء پورا نہیں ہوتا۔ یہی کیفیت اسلام میں تمام تر عملی زندگی کی ہے۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہئے کہ قرآن جو دکھی انسانیت کے لئے نسخہ کیمیا ہے اس سے بہرہ یاب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ طبیب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشخیص و تجویز کو بھی سامنے رکھا جائے آپ کو بھیجا کہ جہاں کتاب شفاء لما فی الصدور ہے وہاں پر نبی کی ذات گرامی مریضانِ نفوس کے لئے آخری امید گاہ بھی ہے کہ جہاں پر مرض پہچان کر اور مزاج معلوم کر کے صحیح علاج تجویز ہوتا ہے۔ قرآن نے نبی کی تجویز و تشخیص کو بھی وحی قرار دیا اور فرمایا کہ:

"آپؐ کا نطق بھی آپ کی اپنی مرضی سے نہیں وہ تو صرف وحی الٰہی سے ہی ہوتا ہے"۔

اسی لئے حضرت علیؓ نے جب حضرت ابن عباسؓ کو خوارج کے مقابلہ میں بھیجا تو فرمایا کہ خوارج کے جواب میں دلیل قرآن سے پیش نہ کرنا۔ حضرت ابن عباسؓ کو امیر المؤمنینؓ کے اس حکم سے بڑی حیرت ہوئی تو عرض کیا کہ آپ یوں فرما رہے ہیں، حالانکہ قرآن ایک ایسی چیز ہے کہ حضور صلعم نے میرے بارے اس کی دُعا کی ہے۔

"اے اللہ ابن عباس کو قرآن کا علم و حکمت عطا کر"۔ یہ تو میرا خاص مضمون ہے تو آپ روک رہے ہیں کہ میں اس سے دلیل پیش کروں۔ تو حضرت علیؓ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے۔

قرآن کی آیات بلیغ ہیں۔ کئی معنی میں ڈھل سکتی ہیں۔ تم اگر ایک معنی بیان کرو گے تو فریق مخالف اسی آیت سے دوسرے پہلو مراد لے کر تمہارے مقابلے میں بیان کریں گے جس سے سُننے والا شبہے میں پڑ جائے گا اور حق واضح نہیں ہوگا۔ لیکن جب تم سنت سے قول و فعل رسول پیش کرو گے۔ تو اس میں تاویل و تردید کی گنجائش نہیں ہوگی۔ بلکہ معنی اور مطلب متشخص اور متعین ہو جائے گا۔

اس لئے جب تک سنت کو قرآن کے ساتھ نہ ملایا جائے تو آیات کا معنی اور مفہوم متعین نہیں ہوتا۔

وحی کے قرآنی الفاظ اور وحی کے معانی کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ سامنے ایسی شخصیت بھی موجود ہو جو قرآن کا حقیقی منشاء ہے۔

بالفاظ دیگر علماء و صلحاء کی صورت میں ایسی جماعت کا ہونا لازمی ہے جن سے وحی کا عملی تشخص ہو سکے۔

معاشرے میں وہ تمام ادارے جو افراد پر براہ راست یا بالواسطہ اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ ان میں ایسے کارکن متعین کئے جانے چاہئیں جن کا اعلیٰ معیار اس پایہ کا ہو یا وہ قرآن و سنت کے اعلیٰ تشخص کو اپنانے کا عزم بالجزم رکھتے ہوں۔ ورنہ بصورت دیگر اصول و ضوابط کو نافذ کرنے کا سارا کام بحران کا شکار ہو جائے گا۔ اور کلیات دین جزئیات عمل کی سطح پر آ کر منہدم ہو جائیں گی۔

اس واسطے لازمی ہے کہ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے با اختیار اہلکاروں سے لے کر نیچے تک یونیورسٹی کے اعلیٰ ترین اساتذہ سے لے کر پرائمری کی سطح تک اور سماجی بہبود کے کارندوں اور اندرون و بیرون ملک کے تمام تر افسروں کو اس رنگ میں رنگ دیا جائے کہ وہ اتباع سنت کی پابندی کو اپنا بہترین نصب العین خیال کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تقویٰ اور خشیت الٰہی معاشرے کی ہر سطح پر زندگی کا اہم عنصر بن جائیگا۔

سیرت سازی کے عظیم نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ مخاطب کی ذہنی تیاری اور تربیت کا اہتمام کیا جائے نیز ایسا ماحول پیدا کیا جائے جس سے اذہان خود بخود سیرت کے سانچے میں ڈھلتے جائیں اور کہیں سے بھی معاشرے کے افراد کی جانب سے مزاحمت کا سامنا نہ ہو۔ اس لئے لازم ہے کہ تمام وہ عناصر جو سنت کے اتباع کے راستہ میں منفی طور پر اثر انداز ہو سکتے ہیں انہیں سنت کے منشاء کے مطابق از سر نو منظم کیا جائے اور ان کی تمام تر خلاف سنت سرگرمیوں پر قدغن لگا دی جائے تاکہ معاشرہ بے لگام نہ ہونے پائے بلکہ ایسا ماحول پیدا ہو جائے جو اتباع سنت کے موافق اور سیرت مقدسہ کے نفاذ کے لئے معاون ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ تمام ذرائع ابلاغ یعنی ریڈیو، ٹیلیویژن اور سینما وغیرہ کے نظام کو اصلاحی اور تعمیری مقاصد کے لئے حرکت میں لایا جائے تعلیمی اداروں کے ماحول کی اصلاح کی جانب خصوصی توجہ کی ضرورت ہوگی۔ اساتذہ کے کردار کو سیرت پاک کے مطابق ڈھالنے کی مخلصانہ کوشش کی جائے نیز اصلاح احوال کا کام نفاذ اسلام کے موجودہ معاشی، معاشرتی، قانونی اور سیاسی بنیادوں پر جاری ہونے والے تمام تر منصوبوں کے ساتھ متوازی سطح پر کیا جانا چاہئے تاکہ انتظامی امور پر قانون سازی اور نفاذ اسلام کے اصولی ضابطے اور عملی جزئیات تک کی اصلاح کا باعث بنتے جائیں اور پندرھویں صدی کے آغاز پر نظام مصطفٰے کے نفاذ کا جو تجربہ مملکتِ خداداد میں کیا جا رہا ہے حقیقی کامیابیوں سے ہمکنار ہو۔

اسلامی زندگی میں سنت مطہرہ کے عملی اہتمام کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی شدید ضرورت ہے کہ سیرت مقدسہ کی اشاعت و ترویج کا بھی پوری طرح سے اہتمام کیا جائے اور ایسے مسودے تیار کئے جائیں جو نہایت آسان اور سادہ طریقے پر سیرت النبی کو ہر فرد اور مسلمان کے سامنے حسین انداز میں پیش کریں۔ خاص طور پر ابتدائی اور ثانوی مدارس کی سطح پر سیرت مقدسہ کی عام فہم کتب تیار کرا کے بچوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق صالحہ اور اسوۂ حسنہ سے روشناس کرایا جائے تاکہ مستقبل کی قوم صحیح معنوں میں سیرت النبی کے صحیح سانچے میں ڈھل کر منصہ شہود پر آ سکے۔

امت مسلمہ میں نفاذ اسلام کی برکات سے بہرہ یاب ہونے کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ کلیات و اصول کے ساتھ ساتھ جزئیات میں بھی سیرت کو نافذ کیا جائے تاکہ امت جلد از جلد برکات سماوی کے حصول میں کامیاب ہو سکے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ سنت کی پیروی سے قوم بہت سی علمی اور عملی قوتوں سے ہمکنار ہوگی جیسا کہ ارشاد نبوی ہے کہ سنت کی برکت سے اللہ قلوب کے اندر ایک ایسی قوت پیدا کر دیتا ہے جس سے معرفت نصیب ہوتی ہے اور برکتوں اور سعادتوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی مثال ہمارے سامنے ہے وہ کوئی لمبے چوڑے کتابوں کے کیڑے نہیں تھے بلکہ وہ صرف سنت کے پیروکار تھے جس کی برکت سے اللہ نے ان کے قلوب پر ایسے علوم القاء کئے تھے

(باقی ۲۶ پر)

تحریر: علامہ یوسف جبریل

شریعت اسلامی کا نفاذ اور تکمیل دین

شریعت اسلامی طرف رجوع شرط ایمان ہے۔ اور شریعت اسلامی کے سوا کسی اور قانون کی طرف رجوع فقدانِ ایمان کو لازم ہے۔ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے "اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو۔ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں حکومت والے ہیں۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اُٹھے۔ تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔ اور یہی تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی بہتری ہے اور یہی بہترین تاویل ہے اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو:

أ۔ فیصلوں میں شریعت اسلامی کو حاکم بنائیں۔

اا۔ اور اگر اولی الامر لوگ اللہ اور قیامت پر یقین رکھتے ہوں۔ تو ریعت کے فیصلے اسلامی شریعت کے مطابق کریں۔ اور اگر وہ اسلامی شریعت کی بجائے کسی اور مروجہ قانون کے مطابق فیصلے دیتے ہیں۔ تو ان کا ایمان اللہ اور قیامت پر نہیں۔ وہ اولی الامر تو ہو سکتے ہیں۔ اولی الامر منکم نہیں ہو سکتے۔ اور مسلمانوں پر اطاعت صرف اولی الامر منکم کی واجب ہے۔ شریعت اسلامی سے اعراض کر کے کسی اور شریعت کو رائج کرنے اور اس کے فیصلے کرنے اللہ اور اس کے رسولؐ کے باغی ہیں۔

جس معاشرہ میں قانونِ اسلامی رائج نہیں وہ معاشرہ اسلامی نہیں۔ باقی جو نام چاہو دھر لو۔ قانونِ اسلامی کے علاوہ کسی اور قانون کی طرف رجوع کرنے والوں کا حال قرآن سے سُنئے۔

ارشادِ باری ہے:

"کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ اس پر ایمان لائے۔ جو تمہاری طرف (اے نبیؐ) اترا۔ اور اس پر جو تم سے پہلے اُترا پھر چاہتے ہیں کہ طاغوت کو اپنا اپنا پنچ بنائیں۔ حالانکہ ان کو تو حکم یہ تھا کہ طاغوت کو اصلاً نہ مانیں۔ اور ابلیس تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں اور گمراہ کرے۔

(۴ النساء رکوع ۹)

اس آیتِ کریمہ کو پھر غور سے پڑھئے اور ترجمہ بھی پڑھئے۔ پھر فیصلہ دیجئے کہ جو لوگ شریعت اسلامی کو ترک کر کے طاغوتی قانون اور ابلیس طریقِ کار کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے ایمان کا کیا حال ہے۔ آپ ہی کہہ دیجئے کہ وہ ایمان والے ہیں۔ اور اگر آپ ایسا کہیں تو آپ کو "یزعمون" کا لفظ کھاتا ہے۔ یعنی وہ گمان تو کرتے ہیں کہ ایمان لائے قرآن پر۔ مگر قرآن کی تو بنیاد ہی شریعت حقہ یعنی شریعت اسلامی پر ہے۔ پھر وہ کون سا قرآن ہے۔ جس پر یہ لوگ ایمان لائے ہیں۔ خدا کی قسم اب قدرت اس تیرہ سو سالہ مذاق کو مزید ہرگز برداشت نہ کر سکے گی۔ اور خدا کی قسم انگریزی طرز کی عدالتوں اور کچہریوں کے متعلق یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان کچہریوں کی حالت جن کا شمار مسجد کے بعد مقدس ترین مقاموں میں ہوتا ہے۔ عصمت فروشی کے اڈوں سے بڑھ کر ہیں، بلکہ عصمت فروشی، ٹھگی، نوسربازی، رشوت خوری، الزام تراشی اور جھوٹ، اول سے آخر تک جھوٹ کے مشترکہ اڈوں کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے نہیں کہ کچہریوں میں کام کرنے والے سب بے ضمیر لوگ ہیں نہیں، بلکہ وہ تو معاشرے کا عطر ہیں ان میں کثرت سے ایسے لوگ

موجود ہیں۔ جو اس آلودہ ترین ماحول میں بھی اپنا دامنِ ضمیر پاک رکھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ دیکھنے کے قابل ہیں۔ ان کو دیکھنا ثواب ہے۔ یہ لوگ اسلامی معاشرے کی اُمید ہیں۔ ہمارا رواں رواں ان کو دعا دیتا ہے۔ ان کو دیکھ کر دل کو حقیقی خوشی ہوتی ہے۔ خدا ان کو سلامت رکھے۔ لیکن قصور بندوں کا نہیں۔ قصور اس قانون اور اس طریقِ کار کا ہے جو یہاں رائج ہے۔ اگر انسانی دماغ کوئی ہمہ گیر قانون بنانے پر قدرت رکھتا تو قرآن ضرور اس چیز کی اجازت دیتا۔ مگر ساری انسانیت کے لئے قابلِ قبول قانون صرف اللہ اور اللہ ہی تیار کر سکتا ہے۔ انگریزی قانون انگریزی دماغ کی پیداوار انگریزی معاشرے کے لئے تو قابلِ قبول ہو سکتا ہے۔ مگر وہی قانون جب کسی مشرقی ملک خصوصاً پاک و ہند میں داخل ہوتا ہے۔ تو ایک خالص طاغوت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اور انگریزی قانون انگریزی جزیرے میں بھی کوئی ایسی قابلِ رشک چیز نہیں۔ کوئی قانون جب حق اور راست بازی کا سہارا چھوڑ کر بے حد موشگافیوں، بے جا نکتہ سنجیوں اور انتہائی پیچیدگیوں کو وجہ کمال سمجھ کر کچہریوں کو جھوٹ کا اکھاڑہ بنا دیتا ہے وہ قانون کبھی لائقِ ستائش نہیں ہو سکتا۔ باتیں بہت۔ قصہ مختصر۔ مسلمان بغیر شریعت الٰہی کے مسلمان نہیں۔ اور مسلمان کو کوئی قانون شریعتِ الٰہی کے علاوہ منظور نہیں اور اسلامی قانون ہر انسانی قانون سے بہتر ہے۔

اگر کسی کو یہ مغالطہ ہے کہ دورِ جدید میں انسان ذہنی طور پر کسی بلند تر آسمان پر اُٹھ گیا ہے، نہیں۔ بلکہ اسلام کے ورود مسعود سے آج تک ان چودہ صدیوں کے عرصے میں انسانی ذہن میں بنیادی طور پر کچھ تغیر نہیں ہوا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس زمانے میں علم عام ہو گیا ہے۔ آج کا انسان نہ تو دیوار کے پار دیکھنے کے قابل ہو گیا ہے۔ نہ ہی کل کی خبر دے سکتا ہے۔ غرضیکہ کوئی تبدیلی انسانی ذہن و دماغ میں ایسی نہیں آئی ہے جو اسلام کی تنسیخ کا جواز پیدا کر سکے۔ ربڑ کو تان لینے سے کوئی بنیادی تغیر ربڑ کی فطری ترکیب میں نہیں آ جاتا۔ چھوڑ دو تو پھر وہی ربڑ ہے۔ علم نے انسانی دماغ کو تان لیا ہے۔ اور کچھ جلا بخش دی ہے۔ وہ بنیادی طور پر انسانی ذہن وہی ہے جو چودہ صدیاں پہلے تھا۔ مذہب سے جان چھڑانے کی کوئی سبیل طبع انسانی کے لئے موجود نہیں۔ ساری مخلوق اپنے اپنے رنگ میں اللہ کی عبادت میں مصروف ہے۔ تو انسان اس کلیے سے کیسے مستثنیٰ قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کوشش یہ نہ ہو کہ مذہب سے جان چھڑائی جائے۔ بلکہ یہ کہ کون سا مذہب بہترین ہے اور کس طرح اس پر عمل پیرائی ہو۔ مذہب ایک فطری جذبہ ہے۔ اور اس جذبے کو غارت کرنے والے خود غارت ہو جائیں گے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

"کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ اور پرندے پر پھیلائے سب نے اپنی جان رکھی ہے اور تسبیح۔

(۲۴۔ النور۔ رکوع ۶)

جانوروں کو قدرت نے زندگی کا طور طریقہ "فرداً فرداً" سمجھا رکھا ہے۔ مگر انسان کے معاملے میں اللہ تعالےٰ ان کی زندگی کا طور طریقہ اپنے برگزیدہ انبیاء کے ذریعے ان تک پہنچاتا رہا ہے۔ انسان کو ہر بات میں ایک راستہ تعین کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ راہیں بے حساب ہیں۔ مگر ایک ان میں سب سے سیدھی ہے اور وہی اسلام ہے۔

بقیہ: شذرہ

ذریعہ عطا فرمائی کہ اب اس کے حوالہ سے بننے والی عدالتوں میں ایسے لوگ ہیں جن کی تقریروں کا لب و لہجہ یہ ہے جس کا حوالہ ہم دے چکے ہیں اور جو تیرے گھر کے امام نیز تیرے نبی کی مسجد کے امام اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے لاکھوں مسلمانوں کو کافر کہہ چکے ہیں۔

"یا اللہ! تو حفاظت فرما اپنے دین کی اور شریعت اسلامیہ کی، کہ ان کی مظلومیت آج سب سے بڑھ گئی۔ فیا حسرتا و یا اسفاہ!

ذکر اللہ کی برکات

مخدومنا ومرشدنا حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

پہلی چیز یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالے مجلسِ ذکر میں خلوص دل سے شمولیت کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالے حلقۂ ذکر میں شامل ہونے کی برکات سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ دوزخ سے بچائے اور جنت میں داخلہ عطا فرمائے اور ہمارے حق میں ان سب فرشتوں کی شہادت قبول فرمائے جو حلقۂ ذکر میں شامل ہوئے۔ جو اس نیت سے آئے گا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ جنت میں جائے گا۔ اللہ تعالے دوزخ سے بچائے گا۔ قرآن مجید میں یہ آیت آتی ہے۔

وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ: اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مردوں اور بہت یاد کرنے والی عورتوں کے لئے اللہ تعالے نے بخشش اور بڑا اجر تیار کیا ہے۔

جو آدمی کثرت سے ذکر کر کے اللہ تعالے کو راضی کرنا چاہے، کسی پر تشدد نہ کرے کسی پر ظلم نہ کرے کسی کو تکلیف نہ دے یہ بھی ذکر اللہ کے برکات میں سے ہے جو کثرت سے ذکر کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرے گا۔ اور جن لوگوں کے حقوق اس کے ذمہ ہیں سب کو راضی کرنے کی کوشش کرے۔ اکثر حضرات کا ابھی تک گذشتہ ہفتے کا سبق پکا نہیں ہوگا۔ اس سبق میں بتایا گیا تھا کہ تعلق باللہ بھی ٹھیک رکھو اور تعلق بالمخلوق بھی ٹھیک رکھو۔ مگر کسی کا تعلق کسی سے بگڑا ہوا ہے اور کسی کا کسی سے۔ آپ میں سے کتنے ایسے خوش نصیب ہیں جنہوں نے گذشتہ ہفتہ کے سبق پر عمل درآمد کیا ہے۔ اگر ماں ناراض ہے تو اس کے پاس خود جا کر معافی مانگی ہے؟ اور اُسے راضی کر لیا ہے، یا بہن کے پاس جا کر اسے منایا ہے! اور جس کسی سے بھی تعلق بگڑا ہوا تھا۔ اس کو درست کیا ہے، میرا خیال ہے کہ ابھی تک آپ میں سے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔ کسی کا تعلق بیوی سے بگڑا ہوا ہے تو کسی کی ماں ناراض ہے۔ ماں اگر بیٹے کو ڈانٹتی ہے تو بیٹا ماں کا سامنا کرتا ہے۔ کسی کا باپ سے تعلق خراب ہے اگر وہ تیز ہوتا ہے تو یہ بھی تیز ہو جاتا ہے۔ والدین سے تو خدمت لیتا ہے لیکن والدین کی خدمت جو اس کے ذمہ ہے وہ نہیں کرتا۔ ماں بوڑھی ہو گئی ہے اور تم جوان ہو۔ شرم نہیں آتی ایسی محسنہ کا احترام نہ کرتے ہوئے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ وہ دونوں (والدین) تیرے لئے جنت ہیں اور وہی تیرے لئے دوزخ ہیں۔ یاد رکھو ماں کی بد دعا میں یہ طاقت ہے کہ وہ تجھے دوزخ میں پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ بڑھیا کی آہ سے دوزخ میں ڈالے گا۔ باپ بوڑھا ہے اور یہ جوان جہان ہے۔ دماغ میں طاقت ہے سامنے سے بکتا ہے اور بے ادبی وگستاخی کرتا ہے۔ غرضیکہ بہت کم خوش قسمت احباب اس بے ادبی سے بچے ہوں گے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی یہ سبق پکا نہیں آٹھ ہی دن میں انانیت تھوڑے نکل گئی ہے۔ اللہ تعالے کو یاد کرنے کی برکت تو یہ ہے کہ سب سے تعلقات نبھائے۔ خدا ترسی اور خدا کا خوف یہ مومن کامل کی شان ہے۔ کثرت ذکر الٰہی کی برکت سے بہشت تو انشاء اللہ ملے گا ہی اس کی برکت سے تعلق بالمخلوق

بھی درست ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو اگر حاضر و ناظر سمجھتے ہو اور کثرت سے ذکر بھی کرتے ہو تو پھر ماں پر کیوں ظلم ڈھاتے ہو۔ بیوی کے حقوق کیوں ادا نہیں کرتے۔ اگر بیوی دوسری ہے تو پہلی اولاد کے حقوق کیوں ادا نہیں کرتے اس وقت میری عمر ۸۵ سال کی ہے۔ آج تک میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا کہ اس نے دوسری شادی کی ہو اور پہلی اولاد کی بھی صحیح تربیت ونگرانی کرتا ہو۔ پنجابی میں ایک ضرب المثل ٹھیک مشہور ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ ماں دوسری اور باپ تیسرا۔ بیوی دوسری آئی..... اور پہلی اولاد کے معاملہ میں عقل پر پتھر پڑ گئے۔ بیوی اپنے شوق سے لائے ہو تو اولاد پر ظلم کیوں کرتے ہو۔ بیوی ایسی محبوبہ ہوتی ہے کہ اولاد کے حقوق بھول جاتے ہیں۔ میری نظر میں تو ایسا کوئی نہیں ہے کہ حقوق اللہ کو بھی نبھائے اور حقوق العباد کو بھی۔ اگر کثرت سے ذکر الٰہی کرتے ہو تو ان مظلوموں پر بھی ظلم نہ کرو۔ کہیں ان کی بد دعا سے خدا ناراض نہ ہو جائے۔ ماں بڑھیا ہے۔ آہ بھرے گی۔ آنسو بہائے گی تو یقیناً خدا ناراض ہو جائے۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

میرے پاس کئی مائیں آتی ہیں اور کہتی ہیں "منڈا آکھے نہیں لگدا"۔ تعویذ دے دو، کثرت ذکر الٰہی کی برکت سے اصلاح ہونی چاہئے اور کثرت ذکر الٰہی کا یہ نتیجہ لازمی ہوگا کہ کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ کسی کی حق تلفی نہ کرے گا۔ خدا سے ڈرے گا۔ کسی کا دل نہ دکھائے گا۔ ارشاد باری تعالے ہے۔ وَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا۔ ان دونوں (والدین) کو اُف بھی نہ کہو (یعنی ٹھنڈا سانس بھی نہ بھرو دم بخود ہو جاؤ) اور انہیں ڈانٹنا بھی نہیں (یعنی کسی قسم کی گستاخی یا بے ادبی کے الفاظ منہ سے نہ نکالو) مجھے یقین نہیں ہے کہ ہفتہ بھر میں یہ سبق پک گیا ہو۔ ماں سے ناراضگی ہے تو خود جا کر معافی مانگ لی ہو۔ باپ سے ناراضگی ہے تو خود جا کر معافی مانگ لی ہو۔ بھائیوں سے رنجش ہے تو خود جا کر معافی مانگ لی ہو۔ مجھے سب سے یہ امید نہیں کہ آٹھ دن میں ہر شخص نے اپنی اصلاح کر لی ہو۔

دوسری بیوی چاہتی ہے کہ خاوند بس میرا ہی ہو جائے۔ وہ پہلی اولاد پر ظلم کراتی ہے میں ایسے کئی گھرانے بذات خود جانتا ہوں۔ سوتیلی ماں اکثر دشمن ہوتی ہے وہ چاہتی ہے کہ اولاد باپ سے بات بھی نہ کرے۔ ایسی بیوی کے منہ پر دو تھپڑ لگاؤ۔ وہ بچے بے چارے ہوٹل سے روٹی کھاتے ہیں۔ تم کو شرم نہیں آتی بڑے عقلمند بڑے دانا بنے پھرتے ہو۔ اولاد کی صحیح طور پر دیکھ بھال بھی نہیں کرتے۔ اور بڑوں کی بے ادبی کرتے ہو۔

سابق ہندوستان میں شیطان بصورت انگریز آیا۔ اس نے تربیت ہی ایسی دی نہ ماں کا ادب نہ باپ کا پاس لحاظ۔

بقیہ: بچوں سے پیار

کو اپنا فطری اظہار پانے سے روکا جاتا ہے تو وہ دوسرا راستہ اختیار کر لیتی ہیں۔ جو غیر فطری ہوتا ہے اور ایسے بچے ہی جوان ہو کر معاشرے میں انتشار پیدا کرتے رہتے ہیں۔

ایک پودے کی نشوونما کے لئے ہوا، مٹی، پانی اور دھوپ کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ننھے بچے کی جسمانی، ذہنی اور جذباتی نشوونما کی بھی چند ضروریات ہیں۔ جن میں سب سے اہم پیار اور نرمی ہے۔ بچے اور والدین کے تعلقات میں پیار اس خوف کو دُور کر دیتا ہے جس سے یہ تعلقات ناخوشگوار بن جاتے ہیں اور نرمی سے بچے کی طبیعت میں وہ خودسری پیدا نہیں ہونے دیتے جو ڈنڈے کے استعمال کے خلاف احتجاج کے طور پر بچے دکھاتے ہیں۔

ماں کو بچے سے پیار ان کی فطرت کا ایک جزو ہے۔ لیکن جب یہ پیار بچے میں وہ صفات پیدا نہیں کرتا جو اس پیار کا نتیجہ ہیں۔ تو اس پیار میں خامی ہے۔ اس خامی کو دُور کیجئے۔ ماحول کا جائزہ لیجئے کیونکہ ماحول کا اثر صفات کی تشکیل پر گہرا ہوتا ہے۔ ان خامیوں سے جھنجھلا کر بچے سے ناراض ہونے کی بجائے آپ ایسی باتیں کیجئے جو بچے کی پسندیدہ ہیں۔ یوں خود بخود بچہ خامی کو دُور کرتا جائے گا جو بچہ اپنے ماں باپ کو اپنا خیرخواہ اور دوست یقین کر لیتا ہے۔ اس میں خود اعتمادی، کردار کی بلندی اور فرض کا احساس آپ ہی آپ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہی پیار کا کام اور اثر ہے۔

بہنوں کا صفحہ

نسیمہ اختر

قسط ۲

بچّوں سے پیار

یوں بھی ہوتا ہے کہ بچے ایک بار کسی کام کو کرتے ہیں تو انہیں کوئی ٹوکتا نہیں۔ لیکن دوسری بار وہ جب اس فعل کو دہراتے ہیں۔ تو انہیں بُری طرح سرزنش کی جاتی ہے۔ یہ رویہ بہت ضرر رساں ہے بچے پر چند پابندیاں لگانا کسی حد تک قابل برداشت ہوتا ہے۔ لیکن ماں باپ کے متلون مزاجی کا جذباتی طور پر بچے پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ بچے وہی کچھ سیکھتے ہیں۔ جو وہ اپنے گرد دیکھتے ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ کونسی بات دوسروں کو بھلی لگتی ہے اور کونسی بُری۔ ماں باپ کا خاص حالات میں کسی خاص بات کے خلاف کیا ردّعمل ہے۔

ہر ماں باپ کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بچے میں خود اعتمادی پیدا ہو اور وہ ہمجولیوں میں نمایاں حیثیت حاصل کرے۔ لیکن اس کے لئے ذہنی پس منظر تیار کرنے کی ضرورت ہے جو گھر کے ماحول سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ لیکن جب ماں باپ کہیں ایک بات اور کریں دوسری اور۔ تو ایسے ماحول سے بچوں میں کبھی اعتماد پیدا نہیں ہوگا۔ اور انہیں ماں باپ کی بات پر کبھی یقین نہیں آئے گا۔

بچوں کی تربیت اور ان کی ذہنی اور جذباتی نشوونما میں محبت کا بہت زیادہ حصّہ ہے۔ اگر ماں یہ چاہتی کہ بچہ اپنے آپ کو اس کے پیار کا حقدار ثابت کرے تو ماں کو نہ صرف اپنے بچے کو پوری طرح سمجھانا ہوگا بلکہ خود بھی یہ سمجھنا ہوگا کہ پیار کس طرح کیا اور کرایا جاتا ہے۔ ماں اگر ذرا سی بات پر برہم ہو جاتی ہے تو کیوں؟ اُسے خود بھی اس برہمی کا سبب تلاش کرنا چاہیئے۔ اگر مائیں غور کریں تو صبح کے وقت انہیں بچوں کے قصور اتنے سنگین محسوس نہیں ہوتے، جیسے شام کے وقت۔ وجہ صاف ہے صبح ماں کی اپنی طبیعت شگفتہ ہوتی ہے اس لئے وہ بچے کی لغزش کو نظر انداز کر دیتی ہے مگر شام کو وہ چونکہ تھکی ماندی ہوتی ہے اس لئے اس کا چڑچڑا پن قصور کو زیادہ کر دیتا ہے۔ ایسے میں ماں چاہتی ہے کہ بچے ایسا رویہ اختیار کریں جو ماں کو پسندیدہ ہو۔ اور ذرا سی ناپسندیدگی اس کو پریشان کر دیتی ہے۔ گویا بچے کی لغزش کا اتنا قصور نہیں جتنا ماں کے مُوڈ کا ہوتا ہے۔ کئی بار دوسروں کا غصہ بھی بھولے بھالے بچوں پر اُتارا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں ابھی تک بچوں کی پرورش کا پرانا فلسفہ موجود ہے۔ جس کے پیش نظر بچے کو درست کرنے کا بہترین نسخہ ڈنڈے کا استعمال ہے۔ اس فلسفے کی رُو سے بچوں کو پیار کرو لیکن اِن کے سر پر ڈنڈے کا خوف بھی مسلّط رکھو۔ بچوں سے اطاعت گذاری کرانے کا یہی اچھا طریقہ ہے کہ وہ خوف زدہ ہو کر بڑوں کے سامنے سرِ تسلیم خم رکھیں۔ گویا اس فلسفے میں یہ مان لیا گیا ہے کہ بچہ مٹی کا بے جان کھلونا ہے۔ جسے ماں باپ کے مضبوط ہاتھ اپنی مرضی کے مطابق جیسی صورت میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں۔

یہ فلسفہ اتنا کار آمد نہیں رہا۔ نئی نفسیاتی تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ بچے کے اندر فطرت کی طرف سے اتنی استعدادیں ودیعت کی گئی ہیں۔ کہ ان کے بروئے کار لاتے کو روکنا ماں باپ کے بس کا روگ نہیں۔ جب ان

بچوں کا صفحہ

مرتب: جنید شہزاد

قسم کا کفارہ

ایک دفعہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ناراض ہو کر قسم کھائی کہ جب تک تُو مجھ سے نہ بولے گی۔ میں تجھ سے بات نہ کروں گا۔ عورت بھی غصیلی تھی اس نے قسم کھا کر وہی الفاظ دہرا دیئے۔ جو اس کے شوہر نے کہے تھے۔ کچھ دیر بعد دونوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ شوہر امام سفیان ثوریؒ کے پاس گیا۔ اور سارا ماجرہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ وہ مایوس ہو کر امام ابوحنیفہؒ کے پاس گیا اور سارا ماجرا سُنا کر کہا کہ کوئی تدبیر بتلائیے۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا جاؤ شوق سے باتیں کرو۔ کسی پر کوئی کفارہ نہیں۔ امام سفیان ثوریؒ کو پتہ چلا۔ تو بہت برہم ہوئے۔ امام ابوحنیفہؒ کے پاس آئے اور کہا آپ لوگوں کو غلط مسئلے بتاتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ خاوند کی قسم کے بعد عورت نے پہلے اس سے بات کی۔ اور عورت کی بات میں پہل کرنے سے قسم پوری ہو گئی۔

پیارے بچو! یہ تھے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جنہیں اللہ تعالےٰ نے بے پناہ علم اور حافظہ ودیعت کیا تھا۔ انہوں نے بڑی محنت اور جدوجہد کے بعد خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ ہم تک پہنچائیں۔ اس لئے ہم اہلسنت والجماعت حنفی کہلاتے ہیں۔

احسان شناسی

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں ایک آدمی کے مکان کے پاس سے گزرے اور صاحبِ خانہ سے پانی مانگا۔ گھر والوں نے انہیں پانی پلایا۔ اس واقعہ کے بہت عرصہ بعد حضرت سعید بن عاصؓ پھر اسی مکان پر گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص اس مکان کو نیلام کرنے کے لئے بولی لگا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر سعید بن عاصؓ نے اپنے نوکر سے کہا کہ تم جا کر دریافت کرو کہ یہ مکان کیوں فروخت ہو رہا ہے۔ نوکر نے جا کر دیکھا کہ مالک مکان کے پاس اس کا قرض خواہ بیٹھا ہوا ہے۔ نوکر نے دریافت کیا کہ تم اپنا مکان کیوں فروخت کر رہے ہو۔ مالک مکان نے بتایا کہ اس آدمی کا میرے ذمہ چار ہزار دینار قرض باقی ہے۔ میرے پاس رقم نہیں ہے کہ ادا کر سکوں۔ حضرت سعید بن عاصؓ نے نوکر سے جب یہ ماجرا سُنا تو خود گئے اور اِن دونوں سے بات چیت کر کے نوکر سے کہا تھیلی لاؤ اور قرض خواہ کو چار ہزار دینار دے کر باقی رقم صاحب مکان کو دی اور سوار ہو کر رخصت ہو گئے۔

دیکھا بچو! ہمیں اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہر حال میں دوسروں کے کام آنا چاہیئے۔ جو دوسروں کے کام آتا ہے اللہ اُس کے بگڑے ہوئے کام بناتا ہے۔

محمد شفیع عمر الدین (میر پور خاص سندھ)

بہت بڑی سعادت کا ایک مقام خدمتِ خلق ہے

حدیث: اَلْخَلْقُ کُلُّھُمْ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّھُمُ اللّٰہُ اَنْفَعُھُمْ لِعِیَالِہٖ۔ (جامع الصغیر)

ترجمہ: ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے پس اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے، جو اس کے کنبے (مخلوق) کو فائدہ پہنچاتے ہیں —

لہٰذا ہر انسان کو چاہیئے کہ وہ شرعی حدود کے اندر رہ کر خدمتِ خلق کو اپنا دستور العمل بنائے۔ اور ان کی خدمت کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور محبت حاصل کرے۔

وہ حضرات جو مخلوق کی حاجات اور ان کے کام بجا لانے پر مقرر ہیں انہیں چاہیئے کہ کسی حاجتمند کے اپنے پاس آنے پر کبھی بھی دل تنگ نہ ہوں۔ بلکہ خوش خلقی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ان کی حاجات پوری کریں۔ اور ان کے جائز کام سرانجام دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں کہ اس نے ان کو بندوں کی خدمت کرنے کا موقع عطا فرمایا اور خدمت کرنے کی توفیق سے نوازا۔

اس ضمن میں حضرت سیدنا ومولٰنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی یہ نصیحت یاد رکھیں:

یہ کیا ہی اچھی دولت ہے کہ واہب العطیات (اللہ تعالیٰ) جل شانہٗ اپنے بندے کے فضائل بڑھائے۔ اور اپنے بندوں کی حاجتوں کی کنجی اس کے ہاتھ میں دے دے۔ اور اس کو اپنے بندوں کی جائے پناہ بنا دے۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے خلق کو جسے "عیال خود" فرمایا ہے، ان میں سے ایک گروہ کی حاجتیں اس بندے کے ساتھ وابستہ کر دے اور ان کی تربیت اس کے سپرد کر دے۔ وہ بندہ سعادتمند ہے جو اس پر حمدِ الٰہی کرتا ہے۔ اور وہی ہوشمند ہے جو اس نعمت کا شکر بجا لاتا ہے۔ اور اپنے حقیقی مالک جل شانہٗ کے غلاموں اور لونڈیوں کی تربیت کو اپنا شرف سمجھے۔

(از مکتوب ۱۱۶ دفتر سوم)

اس زریں نصیحت سے ایک شیخ سبق حاصل کر کے اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کی شریعت کے مطابق تربیت کر سکتا ہے۔ اور ایک اہل کار کے لئے بھی اس ہدایت میں سبق موجود ہے کہ وہ رعایا کی خدمت قانونی دائرے کے اندر کرنے میں دریغ نہ کرے اور ان کی خدمت کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

(بقیہ: بیاض اللغات)

ملتا ہے۔

پرہیز کو خود داغؔ نے مؤنث نظم کیا ہے۔ گلزار داغ کا مطلع ہے۔

؎ وصل کی شب بھی تمہاری وہی پرہیز رہی
مہربانی بھی تمہاری ستم آمیز رہی

اقبالؔ نے بھی اپنے استاد داغؔ کی ہی پیروی میں پرہیز کو مؤنث نظم کیا ہے اور اقبالؔ کے لئے زبان دانی میں داغؔ سے بڑھ کر اور مستند نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے پرہیز کو مؤنث نظم کر دینے پر اقبالؔ کے خلاف زبانِ طعن دا نہیں کرنی چاہیئے۔

داغ نے بعض الفاظ بھی مونث نظم کئے ہیں جنہیں اہلِ لغات نے مذکر قرار دیا ہے۔ مثلاً اَوّل اردو میں بالاتفاق مذکر ہے مگر داغؔ نے اسے مؤنث نظم کیا ہے۔

؎ آنے کا وعدہ کرتے ہو کیا اس کا اعتبار
بلوا دو اپنی اَوّل میں میرے رقیب کو
داغ

بیاض اللغات

از قلم :— خالد حسن قادری (لندن)

بیاض اللغات کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی ہے جو لغت یعنی ڈکشنری نہیں ہے بلکہ بعض الفاظ مختلف وجوہ کی بنا پر جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس میں لغت نویسی کے متفقہ، مروجہ اور مقبول اصولوں کی نہ پیروی کی گئی ہے نہ ان کا کوئی لحاظ رکھا گیا ہے۔

زیر طبع کتاب کا ایک اقتباس

پرہیز: بالاتفاق مذکر ہے۔

اقبالؔ نے بال جبریل میں لکھا ہے۔

؎ ضمیر لالہ مئے لعل سے ہوا لبریز
اشارہ پاتے ہی صوفی نے توڑ دی پرہیز

اس پر برابر اعتراض ہوتے رہے ہیں کہ اقبالؔ نے پرہیز کو مؤنث نظم کر کے زبان سے کم واقفیت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ اقبالؔ نے زبان دانی کا دعوٰی کبھی نہیں کیا، صحت زبان، روزمرہ، محاورہ وغیرہ کی سند فراہم کرنے کے لئے نہ اقبال نے شاعری کی نہ ان کے کلام کو اس نظر سے دیکھنا چاہیئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اقبالؔ داغؔ کے شاگرد تھے۔ خواہ یہ شاگردی استادی کتنی ہی کم مدت رہی ہو۔ لیکن اقبالؔ نے داغ کو ہمیشہ اپنا استاد تسلیم کیا اور ضرور ہے کہ اپنے استاد کے کلام کا مطالعہ بھی کیا ہوگا۔ داغؔ جس پائے کے زبان دان اور جس رتبے کے مسلم الثبوت استاد ہیں وہ سب جانتے ہیں۔ داغؔ نے خود بھی نہایت ہی بلند آہنگی اور خود اعتمادی سے کہا۔ ؎

غیروں کا اختراع وتصرف غلط ہے داغؔ
اردو ہی وہ نہیں جو ہماری زباں نہیں

اور اس کی ایک وجہ بھی خود بتا دی ؎

کیوں داغؔ دہلوی کی زباں مستند نہو
پیدا کیا خدا نے اسے تخت گاہ میں

اگرچہ وہ اس شرف اور امتیاز میں تنہا نہیں۔ لیکن ایک امتیاز ان کو بلاشبہ بلا شرکت غیرے حاصل تھا۔ اور وہ یہ کہ وہ تقریباً چودہ برس کی عمر سے لے کر تقریباً پچیس برس کی عمر تک قلعۂ معلّٰی میں رہے۔ وہیں ان کی پرورش وتربیت ہوئی اور وہیں انہوں نے بیگمات کی زبان سے نکھری ہوئی شفاف اور مستند زبان سیکھی اور روز مرہ اور محاورے سُنے جو ان کے مزاج میں پیوست ہو گئے۔ اسی بات نے ان کے اندر ایسی خود اعتمادی پیدا کر دی تھی جو بعض اوقات خود رائی کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔

فرہنگ آصفیہ کے نامور مؤلف اور زباندان مولوی سید احمد صاحب دہلوی کا جب ذکر داغؔ سے کیا گیا تو انہوں نے کہا۔ "ہاں وہ عرب سرائے کے رہنے والے تھے۔" نکتہ اس میں یہ ہے کہ دہلی کے قدیمی باشندے عرب سرائے کو شہر سے باہر کا علاقہ سمجھتے ہیں اور داغؔ کی مراد یہ تھی کہ چونکہ اصل دہلی کے باشندے نہ تھے اس لئے ان کی زبان کا اعتبار نہیں!

بیگماتِ قلعۂ معلّٰی کی زبان پر بعض الفاظ کا استعمال تذکیر وتانیث دہلی سے مختلف بھی تھا۔ جہاں اس طرح کا اختلاف ہے داغؔ کے ہاں اسی کا پرتو

(باقی ۲۴ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

المملکۃ العربیۃ السعودیۃ وزاۃ الحج والاوقاف وزیر

حکمنامہ

> یہ اس حکمنامہ کا متن ہے جس کی رو سے سعودی عرب میں اعلحضرت بریلوی کا ترجمہ قرآن اور ان کے شاگرد مولانا نعیم الدین مرادآبادی کی تفسیر ضبط کی گئی۔ اصل عربی متن ہمارے پاس محفوظ ہے جو محترم حکیم امیر علی قریشی صاحب نزیل مدینہ منورہ کی وساطت سے دستیاب ہوا اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ (علوی)

جناب وکیل وزارت امور مساجد

جناب وکیل وزارت حج و اوقاف

جناب نائب مدیر امور مساجد واوقاف، علاقہ شرقیہ۔

جناب مدیر اوقاف و مساجد مدینہ منور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہمارے خط نمبر ۱۰۰۹/۳/۴۰۴ مکتوبہ بتاریخ ۲۶ صفر ۱۴۰۳ھ کے جواب میں جناب رئیس عام شعبہ تحقیق و افتاء ودعوت وارشاد کا خط نمبر ۱/۳۶۰/۵ مکتوبہ بتاریخ ۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ موصول ہوا۔ ہم نے اپنے خط میں جمعیۃ ڈونکاسٹر کے صدر اور جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ یورپ وبرطانیہ کے خطوط کا حوالہ دیا تھا۔ جن میں احمد رضا خان بریلوی کے ترجمہ اور نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر اردو کی شدید مذمت کی گئی تھی۔ چونکہ اس ترجمہ وتفسیر میں شرک و بدعت اور گمراہ کن افکار موجود ہیں۔ الشیخ عبدالعزیز بن باز نے ہمارے اس خط کے جواب میں لکھا ہے کہ "ہمیں بھی مختلف اداروں کی طرف سے اس مترجم کے نمونہ موصول ہوئے جن کی تحقیق سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اس میں تحریفات اور جھوٹ بھرا پڑا ہے اور خود بریلوی گروہ کے عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "اول و آخر، ظاہر و باطن" کہنا درست ہے جو کہ شرک ہے۔ نیز ان کے بدعتی افکار اور باطل آراء ہیں جو کہ فوت شدہ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا۔ ان کی قبروں پر کھانا پیش کر، عرس منانا اور محافل منعقد کرنا اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کو برا کہنا اور تیجے، چالیسویں، گیارہویں کی رسمیں کرنا۔ اس بنا پر اس ترجمہ وتفسیر کو ملک بدر کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

لہٰذا تمام متعلقہ اداروں کو یہ اطلاع کر دی جائے کہ جن مساجد میں اس کے نسخے ہیں یا کسی اور جگہ ہوں تو ان کو ضبط کر لیا جائے اور جلا دیا جائے۔ والسلام

منجانب: عبدالوہاب بن احمد بن عبدالواسع
وزیر امور حج و اوقاف

بقیہ : سیرت مقدسہ

جو علماء کو بھی نصیب نہیں جبکہ ان میں سے ہر ایک علم وفضل کا بحرِ بیکراں تھا۔ سنت رسول کی رہنمائی میں عمل کا پیکر بن کے انسانیت کے واسطے اسوہ حسنہ کی مثال تھا۔

نتیجہ یہ تھا کہ اس وقت کا شہنشاہ روم، صحابہ کرامؓ کی والہانہ اتباع سنت کی تفصیل سن کر اپنے اراکین سلطنت کے سامنے اعلان کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار اس تخت کے مالک ہوں گے جن کو دنیا میں روکنے والا کوئی بھی نہ ہوگا۔ چنانچہ دنیا والوں نے دیکھا کہ صحابہؓ اسوہ حسنہ کی مشعل لے کر عرب کے صحرا سے اٹھے اور چار دانگ عالم پر چھا گئے۔

آج تاریخ ان کے کارناموں سے بھری پڑی ہے اس واسطے آج ہم اگر صحابہؓ کے اعمال کو ہر زاویہ زندگی میں اپنائیں تو ویسی ہی حیرت انگیز کامیابیوں سے ہمکنار ہوں گے۔ اسی لئے اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ سیرت مقدسہ کے عملی نفاذ کے بغیر نفاذ اسلام کی برکات کا حصول ممکن نہیں اور نہ ہی ایسے نتائج رونما ہو سکتے ہیں کہ جو صحابہؓ اور تابعین وائمہ کو اپنے دور میں حاصل ہوئے۔

خیر مقدم تشریف آوری حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

از سید عطاء الرحمٰن جعفری بی، اے۔ (آنرز)

جناں بر کف ہے دنیا خلد ساماں بزمِ عالم ہے
محمد مصطفیٰ سلطانِ دیں تشریف لائے ہیں

سلامی کو ہیں قصرِ آمنہ پر انبیاء حاضر
رسولِ پاک ختم المرسلیں تشریف لاتے ہیں

خلیلِ کعبہ نے مانگیں دعائیں جن کے آنے کی
خدا شاہد وہ کعبہ کے امیں تشریف لائے ہیں

ہے شور اَنتُمُ الاَعلَونَ نصرت کی نویدیں ہیں
وہ لے کر پرچمِ فتح مبیں تشریف لائے ہیں

ہے شور مرحبا صلِّ علیٰ بزمِ دو عالم میں
جہاں میں سرورِ دنیا و دیں تشریف لائے ہیں

کرے گا ذرہ ذرہ حمدِ باری بزمِ امکاں کا
مقامِ حمد کے مسند نشیں تشریف لائے ہیں

یقیناً سب کے سب ختمِ رسُل ہی کے مبشر تھے
رسُل اور انبیاء جو قبل ازیں تشریف لائے ہیں

مبارک ہو بشارت خاتمہ بالخیر ہونے کی!
سرِ بالیں عطا سلطانِ دیں تشریف لائے ہیں

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ — ہفت روزہ خدام الدین لاہور — فون رہائش ۳۱۱۱۸۲ مدرسہ ۶۴۹۸۰

حضرت شیخ التفسیرؒ کا ترجمہ و حاشیہ

قرآن عزیز

قسم اول ۱۲/۰۰ روپے

قسم دوم ۱۰/۰۶ روپے

مکتبہ انجمن خدام الدین لاہور

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۲/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۷ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C-۲۲۷-۱۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۹ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۶۷/۹/۲۹-۲۷-۹ D.D. مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.M.۲/۴۷-۱۵۲۱۰ مورخہ ۳۱ ۶۶